Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 02, July-December 2024, PP: 147-162
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v3i2.3631
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

تفسیر محاسن القرآن اور تفسیر حکمۃ القرآن (سورۃ القصص اور سورۃ العنکبوت میں) آیات الاحکام کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

"Ayat ul Ahkam" of selected Verses in Tafsir e Mahasin Al Quran and Tafsir Hikmatul Quran: An analytical and comparative Study

Hafeez ur Rahman
PhD Research scholar in Islamic studies and Religious Affairs University of Malakand
Hafeeztajak57@gmail.com

Dr. Najmul Hassan (Corresponding Author)
Associate Professor in Islamic studies and Religious Affairs University of Malakand
najmulh639@gmail.com

Dr. Aziz Ahmad
Lecturer, department of Islamic studies and Religious Affairs, University of Malakand
azizroomi92@gmail.com

Abstract

The Tafsir Mahasin al-Qur'an follows a structured approach, beginning with a simple and fluent Urdu translation. After translation, it elaborates on interpretative points, followed by a systematic discussion of relevant rulings and commandments. Mufti Ghulam ur-Rahman occasionally delves into topics of Sufism and politics within his exegesis. Additionally, he addresses contemporary issues and provides their resolutions, adhering to the Hanafi school of thought in jurisprudential matters.
Similarly, Tafsir Hikmat al-Qur'an follows a methodical sequence, starting with the direct translation of verses. It then presents the Shan-e-Nuzul (circumstantial revelation) in accordance with the context. The interpretation is enriched with hadith references and the sayings of early scholars (Salaf), often following the exegetical approach of Imam Shawkani. Occasionally, after explaining a few verses, the tafsir includes beneficial insights and wisdom. Furthermore, at the beginning of each surah, it provides an overview of the surah's structure, themes, and connections, while highlighting its unique features at the end. This systematic and comprehensive approach makes both Tafsir Mahasin al-Qur'an and Tafsir Hikmat al-Qur'an valuable resources for understanding the Qur'an in an accessible and insightful manner.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Keywords: *Tafsir, Mahasin al-Qur'an, Hikmat al-Qur'an, Quranic interpretation, Hanafi jurisprudence, Shan-e-Nuzul,*

INTERNET ARCHIVE
DRJI
Google Scholar

موضوع کا تعارف

قرآن مجید ایک ایسی الہامی کتاب ہے جو انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اور اس کی عملی تفسیر نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ ان احادیث کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لی اور ہر دور میں ایسے باکمال افراد پیدا فرمائے جنہوں نے احادیث کو محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ دوسری طرف دشمنانِ اسلام ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ جھوٹی باتوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے اسلام کی بنیادوں کو کمزور کریں، مگر اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے ایسا مضبوط علمی نظام قائم کیا کہ باطل و سچ میں امتیاز کرنا ممکن ہو گیا۔ اسی مقصد کے لیے علم اسماء الرجال کی بنیاد رکھی گئی، جس میں راویانِ حدیث کے حالات، ان کی صداقت، ثقاہت یا ضعف پر تحقیق کی جاتی ہے۔ اس فن میں محدثین راویوں پر جرح و تعدیل کرتے ہیں اور ان کے بارے میں مختلف آراء پیش کرتے ہیں، جن سے راوی کی ثقاہت یا ضعف کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ اس علم کے ممتاز ماہرین میں شمار ہوتے ہیں، جن کی کتاب "التاریخ الکبیر" کو ہر دور کے علماء نے مرجع کی حیثیت دی ہے۔ اس کتاب میں امام بخاریؒ راویوں پر تنقید کرتے وقت جو مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں، ان میں سے "منکر الحدیث" ایک اہم اصطلاح ہے۔ اس مقالے میں اسی اصطلاح کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اس کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے ذریعے وہ کس نوعیت کی جرح مراد لیتے ہیں؟ نیز یہ کہ دیگر محدثین کے ہاں اس اصطلاح کی کیا حیثیت ہے؟ یہ تمام نکات اس مقالے میں تفصیل سے زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا ہے۔ اور اس کتاب میں مختلف مضامین بیان کیا ہے۔ مثلاً، عقائد، قصص، مواعظ، انذار، بشارات وغیرہ لیکن بہت سے آیات میں احکام کا بیان ہے۔ جن کو آیات الاحکام بھی کہا جاتا ہے۔ یہی آیات ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان ابدی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کریم کی وضاحت اور تفسیر سب سے پہلے خود آپ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(1) ترجمہ: (اور اے پیغمبر) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں۔(2) آپ ﷺ کے مبارک دور سے لے کر آج تک علماء کرام نے قرآن کی مختلف علوم و فنون اور مختلف انداز اور مختلف زبانوں میں تفاسیر لکھ کر امت کے سامنے اس عظیم کتاب کو واضح کر کے پیش کر دیا ہے۔ ان میں فقہاء امت نے آیات الاحکام کی فقہی تفاسیر لکھیں۔ علماء مجتہدین نے انہی آیات سے استنباط

کر کے مسائل نکالے ہیں۔یہی وجہ ہے عصر حاضر میں تفسیر محاسن القرآن اور تفسیر حکمۃ القرآن کے مفسرین نے بھی اپنے بساط کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی ہیں۔اور انہی آیات الاحکام کی وضاحت کرتے ہوئے مختلف مسائل واحکام بیان کئے ہیں۔ان میں سے تفسیر محاسن القرآن اردو زبان میں ہے اور آسان اور عام فہم انداز میں لکھی ہوئی ہے اور چند آیات کا تفسیر کرتے ہوئے آخر میں مسائل واحکام ترتیب وار ذکر کرتے ہیں اور تفسیر حکمۃ القرآن پشتو زبان میں لکھی ہوئی ہے۔مفسر تفسیر کرتے ہوئے مستند روایات ذکر کرتے ہیں اور شان نزول بیان کرتے ہوئے فقہی مسائل پر بھی روشنی دالتے ہیں۔دونوں تفاسیر عام فہم ہیں لہذا عوام اور خواص دونوں کے لیے بے حد مفید تفسیریں ہیں۔ذیل میں چند آیت کریمہ سے مسائل کا استنباط زیر بحث لایا گیا ہے۔

سورۃ القصص:

آیت نمبر۔2/1: فَٱلْتَقَطَهُۥٓ ءَالُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًاۗ--------- لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۔(3)

ترجمہ:پس فرعون کے لوگوں نے اس بچے (حضرت موسیٰؑ) کو اٹھالیا تاکہ آخر کار وہ ان کے لیے دشمن اور غم کا ذریعہ بنے۔بیشک فرعون،ہامان اور ان کے لشکر بڑے خطاکار تھے۔ادھر موسیٰؑ کی والدہ کا دل بے قرار تھا۔قریب تھا کہ وہ اس کا اظہار کر دیتیں،اگر ہم نے ان کے دل کو مضبوظ نہ کیا ہوتا،تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان لانے والی رہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی ماں نے جب ان کو دریاب میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کے گھر میں داخل کر دیا۔فرعون نے اسے اٹھالیا۔آخر کار فرعون کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو دشمن بنادیا۔حضرت موسیٰؑ کی ماں کا دل بچے کے غم وفکر کے علاوہ دوسرے تمام سوچ وبچار سے خالی ہوا تھا۔بس صرف ایک ہی فکر تھی اور وہ حضرت موسیٰؑ کا۔

محاسن القرآن:

ان آیات کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھاہے کہ جب موسیٰؑ کی ماں نے اسے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔تو دریانے وہی صندوق فرعون کے محل میں پہنچادیا۔اہل فرعون نے اسے دریا سے اٹھالیا۔تو انہیں بے حد پسند آیا۔حالانکہ یہ ان کے لیے دشمن تھا۔مگر وہ اس سے بے خبر تھے۔یوں فرعون کی تدبیر اور پالیسی ناکام ہوگئی۔اب موسیٰؑ کی ماں بچے کو دریا میں ڈال کر بہت بے چین وبے قرار ہوگئی تھیاور قریب تھا کہ پکار اٹھتی کہ یہ میرا بچہ ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کرکے صبر کی توفیق دی۔چنانچہ منہ سے کچھ نہیں نکالی اور چھپ رہی۔(4)

حکمۃ القرآن:

ان آیات کے تحت حکمۃ القرآن نے یوں لکھاہے کہ فرعون کے خدام نے دریامیں صندوق دیکھا۔اور جب انہوں نے دیکھا تو اس

میں بچہ تھا۔ بچے کو اٹھانے کا انجام یہ ہوا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے غم و پریشانی اور ہلاکت کا سبب وذریعہ بنادیا۔ اور ان لوگوں کو اس حقیقت کا کچھ علم نہیں تھا۔ کیونکہ یہ لوگ مشرک اور ظالم تھے تو اللہ نے ان کے گھر میں ان ہی کے دشمن کو پالا۔ جب موسیٰؑ کی ماں نے اسے دریابرد کر دیا۔ تو ان کی دل سوائے موسیٰؑ کے غم وفکر کے علاوہ خالی تھا بس یہی ایک فکر تھی کہ بچہ تو دشمن کے گھر میں پہنچ گیا۔ امام حسنؒ، ابن اسحاقؒ(5) اور ابن زیدؒ(6) نے فرمایا" فَارِغًا مِمَّا أُوحِيَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلِهِ: وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي--الآية، وَذَلِكَ لَمَّا سَوَّلَ الشَّيْطَانُ لَهَا مِنْ غَرَقِهِ وَهَلَاكِهِ "(7) یعنی موسیٰؑ کی ماں کا دل بے اختیار اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے خالی ہوا جس میں انہیں کہا گیا کہ آپ نہ ڈریے اور نہ پریشان ہو، کیونکہ شیطان نے موسیٰؑ کی ہلاکت وغرق ہونے کا سوچ دماغ میں ڈالا۔ اور قریب تھا کہ بے اختیار آواز دی جاتی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر صبر ڈال دیا۔ یہ اس لیے کہ اسے یقین ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور انہیں اپنی ماں کو واپس کر دے گا۔(8) فرعون کو معلوم ہوا تھا کہ بنی اسرئیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جس کے ذریعے ان کی حکومت ختم ہو جائی گی۔ لہذا اس نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور لڑکیوں کو چھوڑتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ "(9) تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری خواتین کو زندہ رکھتے تھے اور اس سب میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارا بڑا آزمائش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش و کفالت دشمن کے گھر میں کر دیا۔ اور آخرکار موسیٰؑ کی وجہ سے ان کی حکومت ختم ہو گئی۔

آیت نمبر۔3: وَدَخَلَ ٱلْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِۦ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِۦ فَٱسْتَغَٰثَهُ ٱلَّذِي مِن شِيعَتِهِۦ عَلَى ٱلَّذِي مِنْ عَدُوِّهِۦ فَوَكَزَهُۥ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ إِنَّهُۥ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ۔ (10)

ترجمہ: اور (ایک دن) وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب اس کے باشندے غفلت میں تھے، تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں دو آدمی لڑرہے ہیں، ایک تو ان کی اپنی برادری کا تھا، اور دوسرا ان کی دشمن قوم کا۔ اب جو شخص ان کی برادری کا تھا، اس نے انہیں ان کی دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لیے پکارا، اس پر موسیٰؑ نے اس کو ایک مکا مارا جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (پھر) انہوں نے (پچھتا کر) کہا کہ: یہ تو شیطان کی کاروائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کھلا دشمن ہے جو غلط راستے پر ڈال دیتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ جب نوجوان ہوئے تو ایک دن شہر میں داخل ہوئے کہ دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے تھے۔ ان میں سے ایک بنی اسرائیلی تھا جبکہ دوسرا قبطی تھا۔ موسیٰؑ نے مظلوم کی حمایت کرتے ہوئے ظالم کو مکا مارا جس سے وہ چل بسے۔

محاسن القرآن:

اس آیت کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھاہے کہ ایک مرتبہ موسیٰؑ راستے پر جارہے تھے کہ دو آدمی آپس میں لڑرہے تھے

۔ان میں ایک اہل اقتدار اور دوسرا بنی اسرائیل میں سے تھا۔ مظلوم نے موسیٰؑ کو مدد کے لیے پکارا۔ تو آپؑ نے ظالم کو ظلم سے منع کرنے کے واسطے مکا مارا جس سے وہ مر گیا۔ لہذا موسیٰؑ بہت پریشان و پشیمان ہوئے اور اپنے بے احتیاطی پر اللہ سے معافی مانگی۔([11])

حکمۃ القرآن:

اس آیت کے ذیل میں حکمۃ القرآن یوں لکھتے ہیں کہ موسیٰؑ لوگوں کے آرام کے وقت شاہی محل سے نکل کر شہر کو آئے تو راستے میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا کہ ان میں ایک بنی اسرائیلی اور دوسرا قبطی۔ قبطی نے فرعون کے لنگر خانے کے لیے بوجھ اس بنی اسرائیلی کو دے رہے تھے اور وہ انکار کرتے رہے۔ تو اس مظلوم نے مدد کے لیے آواز دی۔ جب موسیٰؑ نے اصلاح کی خاطر قبطی کو مکا مارا تو وہ چل بسے۔ موسیٰؑ بے قرار ہوگئے اور فوراً دل میں آیا کہ یہ یہ سب کچھ شیطان کی کارستانیاں ہیں کہ وہی دین اسلام کا دشمن ہے۔ اور اپنے عمل پر نادم ہو کر اللہ سے معافی طلب کی جسے اللہ نے معاف کر دیا۔ اگرچہ یہ گناہ نہیں تھا کیونکہ یہ غلطی سے ہوا تھا اور دوسرے شیطان کے کام پر انسان گناہ گار نہیں ہوتا جیسے استحاضہ میں اس عمل کو شیطان کا پاؤں مارنا کہا ہے تو اس میں مستحاضہ عورت گناہ گار نہیں۔([12])

یہاں پر حضرت موسیٰؑ کا مشہور واقعہ ذکر کی جاتی ہے کہ موسیٰؑ نے قبطی کو مکا مارنا اور اس کا موت واقع ہونا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد گناہوں سے معصوم ہیں۔ لیکن بعض لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ انبیاءؑ سے نبوت سے پہلے گناہ کبیر سرزد ہوتی ہے۔ یہ لوگ فرماتے ہیں موسیٰؑ نے عمل کی نسبت شیطان کی طرف کی ہے اور شیطان کا عمل گناہ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے عمل کو ظلم کہا ہے۔ اور تیسرا یہ معافی طلب کرنا اور معاف کرنا جرم کے بدلے میں ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تھا۔ اہل سنت والجماعت جواب دیتے ہیں۔ کہ کسی عمل کا نسبت شیطان کی طرف کرنے سے گناہ ثابت نہیں ہوتا اور نہ مستلزم ہوتی ہے گناہ کو۔ جیسا کہ یوشعؑ نے اپنے نسیان کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا "وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ"([13])۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ قبطی ایک ظالم جابر اور کافر حربی تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا نہ ارادہ قتل تھا اور نہ اس کو اسی کا حکم ہوا تھا۔ بلکہ موسیٰؑ کا ارادہ تعزیر دینے کا تھا۔ لہذا وہ تعزیر میں مر گیا جیسے قاضی کسی کو تعزیر دینے کا حکم صادر کریں اور مجرم تعزیر کے درمیان مر جائے تو قاضی پر کوئی گناہ نہیں تو موسیٰؑ پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور مغفرت کرنا موسیٰؑ کا کسر نفسی پر محمول ہے۔ تفصیل کے لیے رشد القرآن پڑھیے۔([14]) حاصل کلام یہ ہوا کہ انبیاء کرام نبوت کے بعد اور نبوت سے پہلے ہر قسم گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت نمبر۔4-8: وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡيَنَ وَجَدَ عَلَيۡهِ أُمَّةٗ مِّنَ ٱلنَّاسِ يَسۡقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ ٱمۡرَأَتَيۡنِ تَذُودَانِۖ قَالَ مَا خَطۡبُكُمَاۖ قَالَتَا لَا نَسۡقِي حَتَّىٰ يُصۡدِرَ ٱلرِّعَآءُۖ وَأَبُونَا شَيۡخٞ كَبِيرٞ۔ (15) فَجَآءَتۡهُ إِحۡدَىٰهُمَا تَمۡشِي عَلَى ٱسۡتِحۡيَآءٖ قَالَتۡ إِنَّ أَبِي يَدۡعُوكَ لِيَجۡزِيَكَ أَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَاۚ فَلَمَّا جَآءَهُۥ وَقَصَّ عَلَيۡهِ ٱلۡقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفۡۖ نَجَوۡتَ مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۔ قَالَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا يَٰٓأَبَتِ ٱسۡتَـٔۡجِرۡهُۖ إِنَّ خَيۡرَ مَنِ ٱسۡتَـٔۡجَرۡتَ ٱلۡقَوِيُّ ٱلۡأَمِينُ ۔ (16) قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنۡ أُنكِحَكَ إِحۡدَى ٱبۡنَتَيَّ هَٰتَيۡنِ عَلَىٰٓ أَن تَأۡجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٖۖ فَإِنۡ أَتۡمَمۡتَ عَشۡرٗا فَمِنۡ عِندِكَۖ وَمَآ أُرِيدُ أَنۡ أَشُقَّ عَلَيۡكَۚ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۔ قَالَ ذَٰلِكَ بَيۡنِي وَبَيۡنَكَۖ أَيَّمَا ٱلۡأَجَلَيۡنِ قَضَيۡتُ فَلَا عُدۡوَٰنَ عَلَيَّۖ وَٱللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٞ۔(17)

یہاں پر حضرت موسیٰؑ کے ہجرت کابیان ہے کہ جب وہ مصر سے مدین چلے گئے تو وہاں پر دو معصوم عورتوں کی بکریوں کو پانی پلائی۔اور ان میں سے ایک نے انہیں گھر بلا کر والد سے ملاقات کرایا۔حضرت شعیبؑ نے موسیٰؑ کو تسلی دی اور اپنے پاس کام پر لگادیا ۔اور اپنا داماد بنادیا۔

محاسن القرآن:

ان آیات کی ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھاہے کہ حضرت موسیٰؑ مصر سے روانہ ہو کر آٹھ دن سفر طے کرنے کے بعد مدین پہنچ گئے۔کنویں پر دیکھا کہ لوگ بکریوں کو پانی پلارہے ہیں اور دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکھے ہوئے ہیں۔تو موسیٰؑ نے پوچھا یہ کیوں؟ تو انہوں نے کہا: کہ جب یہ لوگ چلے جائیں گے تو ہم پانی کے لیے آئیں گے۔کیونکہ ہمارے والد بوڑے ضعیف ہے۔اور کوئی جوان مرد نہیں ہے۔جب لڑکیاں گھر واپس ہوئے توشعیبؑ نے اپنے فراست سے معلوم کیاکہ بندہ صاحب کمال ہے لہذا بیٹی کو اجرت دلانے کے واسطے بھیج دیا۔لہذا موسیٰؑ شعیبؑ کے گھر آئے توان سے تعارف ہوا۔اور ان کا اکرام کیا۔اور تسلی دے کر فرمایا کہ آپ ظالم قوم سے نجات پاچکے ہے۔ایک لڑکی نے والد سے ان کو اجرت پر رکھنے کے لیے سفارش کردی۔کہ یہ بندہ طاقت ور اور آمانت دار بھی ہے۔باپ کو مشورہ پسند آیا۔تو موسیٰؑ کے ساتھ معاملہ طے کیا کہ آٹھ سال یادس سال میرے پاس گزارو تو میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کردوں گا۔موسیٰؑ نے معاہدہ منظور کرتے ہوئے کہا کہ دس سال گزارنا میرے اختیار میں ہوگا۔(18)

حکمۃ القرآن:

ان آیات کے ذیل میں حکمۃ القرآن نے یوں لکھاہے کہ موسیٰؑ مصر سے مدین پہنچ گئے۔توراستے میں ایک کنویں پر لوگوں کو دیکھا کہ اپنے اپنے بکریوں کو پانی پلاتے ہیں اور دور دو لڑکیاں کھڑی ہیں۔تو موسیٰؑ نے ان دونوں سے پوچھا کہ آپ دونوں کا کیامعاملہ ہے؟۔تو انہوں نے جواب دیاکہ جب یہ لوگ واپس چلے جائیں گے تو ہم کنویں کو آئیں گے کیونکہ ہمارے گھر میں کوئی نوجوان مرد نہیں اور ہمارے باباجان بوڑے ہو چکے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز ستر نہیں جیساکہ صحابیات حدیثیں بیان کرتے

اور دوسرا یہ کہ عورت کام کے سلسلے میں باہر جا سکتی ہیں لیکن حجاب میں۔ دوسری جانب جب حضرت شعیبؑ کو معلوم ہوا تو اپنی ایک بیٹی کو موسیٰؑ کو بلانے کے واسطے بھیج دیا کہ میرے بابا جان آپ کے عمل کا مزدوری دینے کے لئے تمہیں بلا رہے ہیں۔ موسیٰؑ شعیبؑ کے ساتھ ملاقات کے لیے روانہ ہوئے۔ ملاقات میں موسیٰؑ نے انہیں تمام حقیقت حال بیان کیا۔ تو شعیبؑ نے انہیں تسلی دی کہ آپؑ ظالموں کے حکومت کے حدود سے نکل آئے ہیں۔ ایک بیٹی نے شعیبؑ سے کہا کہ اس کو بطور مزدور رکھیں کیونکہ یہ طاقت ور اور امانت دار ہے۔ جب شعیبؑ نے موسیٰؑ کے سامنے کھانا رکھا۔ تو موسیٰؑ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ مانگتا ہوں کہ یہ کھانا میرے کام کا اجرت نہ بنیں۔ اور فرمایا کہ ہم ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں کہ ہم دین کو زمین بھرنے والے سونے چاندی پر بھی نہیں بیچتے۔ تو شعیبؑ نے کہا کہ یہ تمہارے کام کا اجرت نہیں بلکہ یہ ہمارے طرف سے مہمان نوازی ہے۔ اس کے بعد موسیٰؑ نے کھانا شروع کیا۔ جب شعیبؑ مطمئن ہوئے تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک بیٹی نکاح میں دوں۔ اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میرے ساتھ مزدوری کرینگے۔ البتہ دس سال گزارنا تمہارے طرف سے ہوگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے منظور ہے اور مجھے اختیار حاصل ہوگا کہ آٹھ سال یا دس سال گزارتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان گواہ ہے۔[19]

حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو امن کے ساتھ رہنے کی جگہ دی اور اہل وعیال دی۔ حضرت موسیٰؑ نے شعیبؑ سے اپنے عمل کا اجرت لینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن جب اسے کہا گیا کہ یہ کھانا تو مہمان نوازی ہے۔ تو آپؑ نے تناول فرمایا۔ اگر چہ اجرت لینے میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ خود موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے دیوار بنانے پر کہا تھا کہ اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہاں پر گاؤں والوں نے مہمان نوازی سے انکار کیا تھا اس لیے اجرت لینے کا کہا۔ اور یہاں خود شعیبؑ نے مہمان نوازی کے لیے کھانا پیش کر دیا تو اجرت لینے سے انکار کر دیا۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ بیٹی یا بہن پر پیسے لینا کیسا ہے؟ تو ناجائز ہے اور موسیٰؑ کا شعیبؑ کے ساتھ کام کرنا نکاح کا عوض یا مہر نہیں تھا۔ بلکہ یہ دونوں کے درمیان مزدوری کا معاہدہ تھا۔ اور اس مزدوری سے حاصل شدہ آمدنی سے مہر مقرر کر دے گا۔ لہذا نکاح الگ چیز ہے اور مہر الگ چیز ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ کسی کو بیٹی یا بہن نکاح کے لیے پیش کرنا کیسا ہے؟۔ تو یہ جائز ہے کہ جب نیک اور صالح آدمی مل جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رض حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا۔

آیت نمبر۔7: وَإِذَا سَمِعُواْ ٱللَّغْوَ أَعْرَضُواْ عَنْهُ وَقَالُواْ لَنَآ أَعْمَٰلُنَا وَلَكُمْ أَعْمَٰلُكُمْ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي ٱلْجَٰهِلِينَ ۔ [20]

ترجمہ: اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اسے ٹال جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں، ہم نادان لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

یہاں پر اچھے اور سنجیدہ لوگوں کی صفت بیان کی جاتی ہے کہ جب ان کو کوئی جاہل یا بے وقوف بد اخلاقی سے بات کریں تو یہ لوگ بد اخلاقی کا جواب نہیں دیتے بلکہ ان سے اعراض کرتے ہوئے واضح کر دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال کا حساب وکتاب ہم پر ہو گا اور تمہارے اعمال کا تم پر ہو گا۔ اور نہ یہ لوگ ہم بحث نہیں کرتے۔

محاسن القرآن:

اس آیت کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھا ہے کہ اہل ایمان برائی کا جواب بد اخلاقی سے نہیں بلکہ نیکی سے دیتے ہیں۔ اور بے وقوف لوگوں سے الجھنے کے بجائے انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ بے ہودہ باتوں اور بد اخلاق گفتگو سے اعراض کرنا بہترین حکمت عملی اور اعلیٰ اخلاق ہے۔([21])

حکمۃ القرآن:

اس آیت کے ذیل میں حکمۃ القرآن نے یوں لکھا ہے کہ جب کسی ناسمجھ اور بے وقوف کی زبان سے کوئی غیر مناسب بات سنیں تو یہ لوگ نہ ان کو جواب دیتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ الجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ہمارے اعمال نبی ﷺ پر اور دین اسلام پر ایمان لانا ہے۔ لہذا آپ ہمارے اعمالوں کا زمہ دار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تمہارے باتوں کا جواب نہیں دیتے بلکہ سلام متارکہ والا عراض([22]) کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم جاہلوں کے ساتھ جھگڑنا نہیں چاہتے اور نہ تمہارے باطل دین کو قبول کرنے والے ہیں۔ اور نہ جاہلوں کے ساتھ دوستی وتعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں۔([23])

نیک اور صالح لوگوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ گناہ کی جگہوں سے دور بھاگتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا"([24]) اور جب کسی لغو اور بے ہودہ مجالسوں سے گزرتے ہیں۔ تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نیک لوگ نہ تو لغو کاموں میں شریک ہوتے ہیں اور نہ ان لوگوں سے نفرت کرتے ہیں بلکہ ان کے اعمال قبیحہ سے نفرت کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک بے ہودہ مجلس سے گزرے اور کوئی توجہ نہ دی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا" لَقَدْ أَصبح ابْنُ مَسْعُودٍ وَأَمسَى كَرِيماً"([25]) بے شک ابن مسعود نے صبح اور شام کیا وقار واحترام کے ساتھ۔

آیت نمبر۔8: وَٱبۡتَغِ فِيمَآ ءَاتَىٰكَ ٱللَّهُ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ ٱلدُّنۡيَاۖ وَأَحۡسِن كَمَآ أَحۡسَنَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ وَلَا تَبۡغِ ٱلۡفَسَادَ فِي ٱلۡأَرۡضِۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُفۡسِدِينَ۔ ([26])

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کے ذریعے آخرت والا گھر بنانے کی کوشش کرو۔ اور دنیا میں سے بھی اپنے حصے کو نظر انداز نہ کرو۔ اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو۔ اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ

کرو، یقین جانو اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قارون ایک سرمایہ دار شخص تھا اور اپنے مال پر فخر وغرور کرتا تھا۔ بنی اسرائیل میں سے لوگ انہیں نصیحت کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مادولت دی ہے اسی کے ذریعے آخرت بنانے کی کوشش کرو۔ اور زمین میں شر وفساد پھیلانے سے احتراز کرو۔ لیکن وہ کیامانتے والے تھے لہذا اسی مال ودولت کی غرور وتکبر کی وجہ سے ہلاک ہوا۔

محاسن القرآن:

اس آیت کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰؑ کا قریبی شتہ دار تھا۔ اللہ نے بہت مال ودولت دیا تھا جس سے اس کے دماغ میں تکبر اور دنیاپرستی کا شکار ہوا۔ اور غرور، تکبر، عجب اور دنیاپرستی میں حد سے گزر گیا۔ تو نیک اور صالح لوگون نے اس کو نصیحت کی کہ دنیاکے ساتھ ساتھ اپنے مال ودولت میں آخرت بنانے کی فکر وکوشش کرو۔ دنیامیں فتنہ وفساد مت پھیلائیں لیکن نصیحت قبول کرنے کے بجائے تکبر کا مظاہرہ کرتا۔([27])

حکمۃ القرآن:

اس آیت کے ذیل میں حکمۃ القرآن نے یون لکھاہے کہ نیک لوگوں نے قارون کو نصیحت کی کہ اپنا مکمل مال اللہ تعالیٰ کی راستے میں خرچ نہ کریں بلکہ اپنے ضروریات اور فائدوں کے ساتھ ساتھ آخرت کی تیاری بھی کریں۔ اور یا یہ کہ دنیاکے لیے آخرت کا حصہ نہ بھول جائیں۔ لہذا دنیاوی فائدوں کے ساتھ آخرت کو بھی یادرکھیں کیونکہ آخرت دنیاہی کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ ایسا احسان کرو۔ جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ کیاہے۔ اور اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔([28])

اسلامی تعلیمات میں دنیا کو حاصل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ممنوع ہے۔ بلکہ شریعت نے رزق حلال کو حاصل کرنا فرض قرار دیاہے۔ لیکن جب یہی مال ودولت انسان کے لیے تکبر عجب اور کفر کا سبب بن جائیں تو اسے مال سے شریعت نے منع فرمایاہے بلکہ اس طرح مال انسان کے لیے آخرت میں وبال کا ذریعہ بن جاتاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ"([29]) جولوگ سوناچاندی کو جمع کرکے رکھتے ہیں، اور اس کو اللہ کے راستے یں خرچ نہیں کرتے، ان کوایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ لہذا جولوگ اپنی مالوں سے زکوۃ اور صدقات نہیں دیتے تو یہی مال ان کے لیے عذاب کا ذریعہ بن جائے گا۔

سورۃ العنکبوت:

آیت نمبر۔1: وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حُسْنًاۖ وَإِن جَٰهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَآۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ -[30]

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور اگر وہ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہراؤ جس کے بارے میں تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، تو ان کا کہنا مت مانو، میری ہی طرف تم سب کو لوٹ کر آنا ہے، اس وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کرتے ہو۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شک پیدا کیا ہے لیکن ظاہری ذریعہ ان کے والدین ہیں۔ اور ان ہی کی وجہ سے زندگی نصیب ہوئی ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر والدین غیر مسلم ہو۔ تب بھی ان کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم ہے۔

محاسن القرآن:

اس آیت کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھا ہے کہ ہر شخص اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک پر مکلف ہے۔ البتہ والدین اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ پر مجبور نہیں کر سکتے۔[31]

حکمۃ القرآن:

اس آیت کے ذیل میں حکمۃ القرآن نے یوں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" كُنْتُ رَجُلًا بَرًّا بِأُمِّي، فَلَمَّا أَسْلَمْتُ قَالَتْ: يَا سَعْدُ، مَا هَذَا الدِّينُ الَّذِي قد أحدثت؟ فَتَدَعَنَّ دِينَكَ هَذَا، أَوْ لَا آكُلُ وَلَا أَشْرَبُ حَتَّى أَمُوتَ، فَتُعَيَّرَ بِي فَيُقَالَ: يَا قَاتِلَ أُمِّهِ. قُلْتُ: لَا تفعلي يا أُمَّه، فَإِنِّي لَا أَدَعُ دِينِي هَذَا لِشَيْءٍ.قَالَ: فَمَكَثَتْ يَوْمًا وَلَيْلَةً لَا تَأْكُلُ، فأصبحتْ قد جهدت. قال: فمكثت يوماً آخر وليلة لا تأكل، فَأَصْبَحَتْ وَقَدِ اشْتَدَّ جَهْدُهَا. قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ قُلْتُ: تَعْلَمِينَ وَاللَّهِ يَا أُمَّهْ، لَوْ كَانَتْ لَكِ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا، مَا تَرَكْتُ دِينِي هَذَا لِشَيْءٍ، إِنْ شِئْتِ فَكُلِي، وَإِنْ شِئْتِ فَلَا تَأْكُلِي، فَلَمَّا رَأَتْ ذلك أكلت.[32]، کہ میں اپنے ماں کا تابعدار تھا۔ جب میں نے اسلام قبول کیا۔ تو مجھے کہنے لگی کہ اسلام چھوڑ دو۔ ورنہ میں نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی، یہاں تک کہ میں مر جاؤں۔ اور مجھے شرم دلانے کے لیے ماں کا قاتل کہا۔ لیکن میں نے کہا کہ میں دین کو چھوڑنے والا نہیں یہاں تک کہ تین دن گزر گئے۔ پھر میں نے کہا کہ اے ماں! اگر تمہارے سو روح ہو جائے اور وہ باری باری سب نکل جائیں۔ تب بھی میں دین کو چھوڑنے والا نہیں۔ لہٰذا اب آپ کی مرضی کہ کھاتی ہو یا نہ۔ جب اُس نے یہی دیکھا تو کھانا شروع کر دیا۔ لہٰذا یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوا کہ والدین کے ساتھ احسان کا حکم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نافرمانی میں حکم نہیں ماننا چاہیے۔[33]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے کلمہ "اُف" تک کہنے سے منع آیا ہے۔ کہ اس سے ان کے دل پریشان ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح والدین کو گالم گلوچ سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ والدین کا ہر حکم ماننا چاہیے لیکن اگر خدانہ خواستہ گناہ کا حکم دیں تو پھر اس کو نہیں ماننا چاہیے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے " لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ "(34) کہ مخلوق کی تابعدار اللہ تعالیٰ کی معصیت میں جائز نہیں۔

آیت نمبر۔2: وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ۔ (35)

ترجمہ: اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا: حقیقت یہ ہے کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم نامی شہر کو نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت لوطؑ نے قوم کو دعوت دی تو لوگوں نے ان کی دعوت کو مسترد کر کے انکار کیا۔ حضرت لوطؑ کی قوم نے ایک نیا عمل شروع کیا تھا جو کہ ان سے پہلے کسی بھی امت میں یہ قباحت موجود نہ تھی۔

محاسن القرآن:

اس آیت کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام ہجرت کے بعد اردن کے شہر سدوم تشریف لے گئے۔ وہاں پر قوم کو دعوت دی۔ یہ قوم تین خباثتوں میں ملوث تھی۔ ایک یہ کہ وہ لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے خواہش پوری کرتے تھے۔ چونکہ یہ بیماری خاص اسی قوم میں تھی تو حضرت لوطؑ نے اس طرف متوجہ ہو کر بہت اصلاح کی کوشش کی۔ دوسرا یہ کہ راستوں میں بیٹھ کر لوگوں کو لوٹتے تھے۔ اور تیسرا یہ کہ بے حیائی کی نمائش کرتے تھے۔ کیونکہ عام مجالسوں میں مرد و عورتیں اپنی جسموں کی نمائش کیا کرتے تھے۔ (36)

حکمۃ القرآن:

اس آیت کے ذیل میں حکمۃ القرآن نے لکھا ہے کہ دوسرے انبیاء کرامؑ کی طرح حضرت لوطؑ کو بھی قوم نے دھمکی دی کہ یا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا اور یا ملک بدر کیا جائے گا۔ لہذا حضرت لوطؑ نے ہجرت کی۔ تو اس میں آپ ﷺ کے لیے بھی تسلی ہے۔ حضرت لوطؑ سدوم، عموریہ اور ارد گرد بستیوں کو بھیج دئے گئے تھے۔ یہ لوگ شرک و کفر کے علاوہ لواطت کرتے اور مسافروں کے ساتھ بد فعلی کر کے ان کے مال و دولت لوٹ جاتے۔ یہی وجہ ہے لوگ ان علاقوں سے نہیں جاتے تھے۔ اپنے مجلسوں میں زور زور سے ہوا نکالتے، ایک دوسرے کے ساتھ لواطت کرتے، راستے پر چلنے والوں پر پتھر پھینکتے اور جانوروں کو لڑاتے تھے۔ (37)

اس واقعہ میں آپ ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرامؑ کو لوگوں نے قتل وملک بدری کے دھمکیاں دی۔ تو انہوں نے مجبور ہوکر ہجرت کی۔ جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عذاب نازل کیا۔ لہذا ان لوگوں نے آپ ﷺ کو بھی ہجرت کرنے پر مجبور کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدمعاشوں کو جنگ بدر اور دوسرے غزوات میں واصل جہنم کردیا۔ قوم لوطؑ نے شرک وکفر کے ساتھ ساتھ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوانی خواہشات کو پوری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عذاب نازل کیا اور قیامت تک نشان عبرت بنادیا۔

آیت نمبر۔3: ٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَۖ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِۗ وَلَذِكۡرُ ٱللَّهِ أَكۡبَرُۗ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُونَ ۔ (38)

ترجمہ: (اے پیغمبر) جو کتاب تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے اس کی تلاوت کرو، اور نماز قائم کرو۔ بے شک نماز بے حیائی اور برُے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اسب کو جانتا ہے۔

نیک اعمال ایک طرف سے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں۔ تو دوسری طرف اس عبادت کے کچھ انعامات دنیا میں دی جاتی ہے۔ جیسا کہ نماز کے فائدوں میں سے یہ بھی ہے جو آدمی نماز کو اپنے آداب کے ساتھ ادا کرتا ہے تو یہی نماز ہی اس بندے کو بے حیائی اور منکر کاموں سے منع کرتا ہے۔ اور عام عبادات میں سے ذکر واحد عبادت ہے جسے کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور چلتے ہوئے بھی کیا جاسکتا ہے۔ بس عبادت جس انداز اور کیفیت میں کی جائیں اور اللہ تعالیٰ سب اعمال کو جانتے ہیں۔

محاسن القرآن:

اس آیت کے ذیل میں محاسن القرآن نے یوں لکھاہے کہ عقل اور وحی کا تقاضہ ہے کہ اللہ ایک ہے۔ لہذا وحی کی تلاوت کرتے ہوئے لوگوں کو توحید کا پیغام پہنچائیں۔ اسکے بعد امر مصلح کا ذکر ہے کہ نماز سے انسان بے حیائی اور منکر سے بچ جاتاہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔ مکی زندگی میں عبادات پر بہت زور دیاجاتا۔ اور آپ ﷺ کو جب بھی مشکل پیش آتی تو نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ (39)

حکمۃ القرآن:

اس آیت کے ذیل میں حکمۃ القرآن نے یوں لکھاہے کہ آیت کا تعلق "بالحق" سے ہے تو مقصد یہ ہوا کہ حق بات صرف اللہ کی عبادت کرناہے جس میں تلاوت کرنا، نماز قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرناہے۔ کیونکہ کائنات کے تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے۔ اور آیت کا مقصد یہ کہ جو انسان یہ تین عمل کرے گا تو اسے امتحانات میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ وحی پڑھنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وحی کے ذریعے لوگوں کو تعلیم دینا اور دوسرا اس کے ذریعہ نصیحت کرنا اور تیسرا اس کے ذریعے اللہ کی بندگی کرکے

تقرب الی اللہ حاصل کرنا ہے۔ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ مکمل اپنے شرائط وارکان اور آداب کے ساتھ آدا کرنے سے نمازی کو بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کو آپ ﷺ نے سب سے اعلیٰ عمل قرار دیا ہے۔ اسی طرح نماز کے اندر ذکر کرنا بغیر نماز کے افضل وبہتر ہے۔ اور یا یہ ہے اللہ کو تمہیں یاد کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ کو یاد کرو، یا یہ کہ اللہ کا ثواب تمہارے اعمال سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب اعمال کا علم ہے۔([40])

تمام عبادات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔ اور جو عبادت غیر اللہ کے لیے ہو جائے تو وہ شرک ہو جاتا ہے۔ عبادات میں اہم عبادت نماز کا ہے کہ نماز کو اسلام میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بلکہ نماز کو مؤمن کا نشانہ بتایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرامایا" مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ كَانَ مُؤْمِناً"([41]) کہ جس نے نماز قائم کیا تو مومن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے کو آپ ﷺ نے بشارت دی ہے۔ کہ قیامت کے دَن عرش کے سایہ میں انہیں پناہ ملے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا" سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ:--------------- ورجل ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ"([42]) کہ سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ عرش کے سَایہ مَیں جگہ دے گا۔ اَن مَیں ایک وہ آدمی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرَیں اور انکھوں سے انسو جاری ہو جائیں۔ لہذا دونوں عبادات کا اسلام میں بہت اہمیت وفضیلت ہے۔

خلاصہ بحث:

تفسیر محاسن القران سب سے پہلے سلیس اردو زبان میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد تفسیری نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔ اور آخر میں مسائل واحکام ترتیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ مفتی غلام الرحمن اپنے تفسیر میں کبھی کبھار تصوف وسیاست کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ جدید آمدہ مسائل اور ان کا حل بھی ذکر کرتے ہیں۔ مسائل میں مسلک احناف کی پیروی کرتے ہیں۔ اور تفسیر حکمۃ القرآن بھی سب سے پہلے تحت الایۃ ترجمہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد موقع ومحل کے ساتھ شان نزول ذکر کرتے ہیں۔ تفسیر کرتے وقت احادیث اور اقوال سلف ذکر کرتے ہیں۔ اور تفسیر کرنے میں اکثر امام شوکانیؒ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی چند آیات کی تفسیر کے بعد فوائد مفیدہ اور حکمتیں ذکر کرتے ہیں۔ اور ہر سورت کے ابتدا میں ربط، خلاصہ سورت اور مضامین سورت بیان کرتے ہیں تو سورت کے آخر میں امتیازات بھی ذکر کرتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] ۔ سورۃ النحل:44

[2] ۔محمد تقی عثمانی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، سورۃ الرعد:8،مکتبہ معارف القرآن الکریم، سن اشاعت:1431ھ/2010ء ،سورۃ النحل:829

[3] ۔ایضاً:10

[4] ۔غلام الرحمن، مفتی، محاسن القرآن، مكتبة العصر، پشاور،1442ھ/2020ء،ج:5،ص:170

[5] ۔ابن اسحاق کا پورا نام محمد ابن اسحاق ابن یسار المدنی ہے۔مؤرخ اور محدث تھے۔بغداد میں رہائش اختیار کی۔اور وہاں سن 151ھ/768م میں وفات ہو کر مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے۔محمد بن سعد بن منيع، أبو عبد الله، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد(وفات:230ھ)،الطبقات الکبری،ج:1،ص:402

[6] ۔ابن زید کا پورا نام أحمد بن محمد بن أحمد بن زيد، شهاب الدين، أبو العباس ہے۔سن(870ھ/789م کو پیدا ہوئے اور سن1465ھ/1387م کو وفات پاگئے۔دمشق کے فاضل علما میں سے تھے اور حنبلی مسلک سے تعلق تھا۔الاعلام،للزرکلی،ج1:ص230

[7] ۔محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، شوكاني يمني(1173ھ/1759م=1834ھ/1250م)،فتح القدیر،ناشر: دار ابن كثير، دار الكلم الطيب-دمشق، بيروت،ج:4؛ص185

[8] ۔ابو محمد، امین اللہ پشاوری، حكمة القرآن، مکتبہ محمدیہ، پشاور،1430ھ/2009ء،ج:9،ص:101

[9] ۔سورۃ البقرۃ:49

[10] ۔سورۃ القصص:15

[11] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن،ج:5،ص:174

[12] ۔امین اللہ پشاوری، تفسیر حكمة القرآن،ج:9،ص:105

[13] ۔سورۃ الکھف:63

[14] ۔اسید اللہ، مولانا، رشد القرآن فی تفسیر آیات القرآن، ناشر: جدید مکتبہ رشیدیہ، قصہ خوانی پشاور:ج:5:ص:388-391

[15] ۔سورۃ القصص:23

[16] ۔ایضاً:25/26

[17] ۔ایضاً:27/28

[18] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن،ج:5،ص:176/177

[19] ۔امین اللہ پشاوری، تفسیر حکمۃ القرآن، ج:9، ص:112-117

[20] ۔سورۃ القصص:55

[21] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن، ج:5، ص:189

[22] ۔سلام متارکہ والاعاض سے مراد یہ ہے کہ آپ لوگ ہم سے محفوظ ہیں۔ہم تمہارے ساتھ گالم گلوچ اور بداخلاقی نہیں کرتے۔ أبوالمظفر منصور بن محمد، تفسیر القرآن، (تفسیر سمعانی)، ج:4، ص:148۔ تفسیر البغوی، ج:6، ص:215۔ وتفسیر خازن، ج:3، ص:368

[23] ۔امین اللہ پشاوری، تفسیر حکمۃ القرآن، ج:9، ص:142

[24] ۔سورۃ الفرقان:72

[25] ۔إسماعيل بن عمر بن كثير، أبو الفداء، البصري ثم الدمشقي، (وفات: 700ھ-774ھ). تفسير القرآن العظيم (تفسير ابن كثير)، ج:6، ص:131

[26] ۔سورۃ القصص:77

[27] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن، ج:5، ص:197

[28] ۔امین اللہ پشاوری، تفسیر حکمۃ القرآن، ج:9، ص:162

[29] ۔سورۃ التوبۃ:34

[30] ۔سورۃ العنکبوت:8

[31] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن، ج:5، ص:205

[32] ۔علي بن أحمد بن محمد بن علي، أبو الحسن، الواحدي، النيسابوري، الشافعي، (وفات:468ھ-/1076م) أسباب نزول القرآن، ناشر: دار الإصلاح–الدمام، الطبعة: ج:1؛ ص:352: رقم:671

[33] ۔امین اللہ پشاوری، تفسیر حکمۃ القرآن، ج:9، ص:186

[34] ۔مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج:2، ص:333، رقم:1095

[35] ۔سورۃ العنکبوت:28

[36] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن، ج:5، ص:212

[37] ۔ امین اللہ پشاوری، تفسیر حکمۃ القرآن، ج:9:ص:203

[38] ۔ سورۃ العنکبوت:45

[39] ۔غلام الرحمن، مفتی، تفسیر محاسن القرآن، ج:5، ص:221

[40] ۔امین اللہ پشاوری، تفسیر حکمۃ القرآن، ج:9، ص:217

[41] ۔ عمر بن شبة بن عبيدة بن ريطة النميري البصري، أبو زيد، ابن شبة (172ھ–262ھ =789م-876م)، تاریخ المدینۃ لابن شبۃ، ناشر: جدۃ سعودی عرب، ج:2:ص:563

[42] ۔ صحیح بخاری، ج:1؛ص:133۔ رقم:660